عشق کی گولیاں

میرزا فرحت اللہ بیگ دہلوی

ناشر۔ شاہجہاں بک ایجنسی۔ دہلی

URDU ADAB DIGITAL

LIBRARY (BAIG_RAJ)

اُردو ادب ڈیجیٹل لائبریری (بیگ راج)

+92 - 307 - 7002092

اُردو ادب ڈیجیٹل لائبریری اور ریختہ کتب مرلز بیگ راج (1، 2، 3 اور برائے خواتین) گروپس میں تمام ممبران کو خوش آمدید اُردو ادب کی پی ڈی ایف کتابوں تک با آسانی رسائی کیلئے ہمارے واٹس ایپ گروپس اور ٹیلی گرام چینل کو جوائن کریں۔ اور بلا معاوضہ با آسانی کتابیں سرچ اور ڈاؤنلوڈ کریں۔ اورہ کتابوں کے نام سے معاوضہ وصول کرنے والوں سے ہمارا قطعہ کسی بھی کسی کا ناکوئی تعلق ناواسطہ ہے ہمارا مقصد اردو ادب کا فروغ اور رضائے الہی کیلئے دوسروں کی مدد ہے اور واٹس ایپ پر خواتین کیلئے علیحدہ گروپ بھی موجود ہے برائے مہربانی جو خواتین الگ برائے خواتین گروپ میں شمولیت اختیار کرنا چاہیے تو گروپ ایڈمنز سے رابطہ کریں۔

منجانب : گروپ ایڈمن (بیگ راج)

واٹس ایپ لنک :

HTTPS://CHAT.WHATSAPP.COM/FSBIJHJMKBQBNKUPZFE5Z

HTTPS://CHAT.WHATSAPP.COM/HI9ER6LOZGP9MXZBUJQFZD

TELEGRAM - HTTPS://T.ME/JUST4U92

فیس بک پیج لنک : HTTPS://WWW.FACEBOOK.COM/ALMUGHAL.URDU.PAGE

(جملہ حقوق محفوظ)

سلسلہ مطبوعات کتب خانہ علم و ادب دہلی

نمبر ۶

عشق کی گولیاں

از

جناب مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب دہلوی

و

جناب سلطان حیدر صاحب جوش علیگ

ناشر

شاہجہاں بک ایجنسی دہلی

طبع اول

مطبوعہ ادریس المطابع دہلی

تعارف

(از جناب شاہد احمد صاحب بی۔ اے آنرز ایڈیٹر ساقی دہلی)

آغا فرحت (مرزا فرحت اللہ بیگ دہلوی بی۔ اے) نے ۳۲ء میں ایک ناتمام مضمون "عشق کی گولیاں" لکھ کر بھیجا کہ اسے ملک کے مشہور مزاح نگار حضرات سے مکمل کرایا جائے بلکہ یہ بھی متعین کر دیا تھا کہ فلاں رسالہ میں فلاں حضرت اسے مکمل کریں۔ ساقی کے لئے مسٹر سلطان حیدر جوش کا نام لکھا گیا۔ جوش صاحب نے ملازمت کی مصروفیات کی وجہ سے عرصہ ہوا لکھنا بالکل چھوڑ دیا تھا۔ مگر اسے اُردو کی خوش نصیبی سمجھئے کہ میری استدعا پر انہوں نے اس افسانے کی تکمیل کر دی اور پھر ایسی خوبی کے ساتھ کہ مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب کا تکملہ (جو بعد میں شائع ہوا) اس سے

أنیس نظر آیا۔

"عشق کی گولیاں" اس طرح دو زبردست آدمیوں کے زورِ قلم کا نتیجہ ہے۔ اس میں آپ کو دو جداگانہ اسلوب نظر آئیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں حضرات صاحبِ طرز ہیں، اور دونوں میں بیّن فرق ہے۔ تاہم جوشؔ صاحب نے جو پیوند لگایا ہے وہ نہ صرف اَنمل بے جوڑ نہیں رہا بلکہ اصل کی خوبیوں کو نکھارنے کا بھی بڑی حد تک ذمّہ دار ہے۔

اس طرح یہ افسانہ ایک خاصہ کی چیز بن گیا، جو اہلِ ذوق کے لئے اپنے اندر ضیافتِ طبع کا وافر سامان رکھتا ہے۔

مکتوب

عنایت فرمایم!

خدا کا شکر ہے کہ آج مضمون محض مرزا صاحب کی تعمیل ارشاد اور آپ کے تقاضوں کی گولہ باری کے بدولت کسی نہ کسی طرح مکمل کر کے روانہ کر رہا ہوں۔ آپ دونوں حضرات کی ستم ظریفی یہ تھی کہ ایک سرکار عالیہ کے نمک خوار کو بھی ایسا ہی آزاد تصور کر لیا جیسا کہ ایک ریاست کا مصاحب ہو سکتا ہے۔ بندۂ خدا یہاں یہ کہ شاید عزرائیل بھی تشریف لے آئیں تو مجھے مرجانے کی مُہلت ہفتوں اور مہینوں نصیب نہ ہو۔ اعزاء واحباب کے بیشمار خطوط تشنۂ جواب رہتے ہیں، اس پر طرح طرح کی شکایتیں پیدا ہو جاتی ہیں برائے خدا آیندہ میرے مضمون کے متعلق اعلان نہ کیجیے۔ ورنہ

ندامت کی ذمہ داری آپ کے سر رہیگی، اور مجھے معذرت لکھنے کا وقت بھی نہیں ملیگا۔ دوسرے یہ کہ میں پنچایتی مضمون نگاری کا قائل نہیں بلکہ اصولاً اس کے خلاف ہوں۔

ظاہر ہے کہ ہر شخص کا طرزِ تحریر جداگانہ چیز ہے، اور تخیّل تو قطعی ذاتی رجحانِ طبع پر منحصر ہے۔ اس لئے یہ ممکن نہیں کہ دو طبائع کا نتیجہ یکساں ہو یا ملتا جلتا ہو۔ اسی لحاظ سے پنچایتی مضمون زیادہ تر گاڑھے میں مخمل کا پیوند۔ یا کم از کم بیک نظر معلوم ہونے والا رفو ہی رہیگا۔ البتہ اگر ایک ہی عنوان پر مختلف طبیعتوں کی خامہ فرسائی دیکھنی ہے تو صرف عنوانِ مضمون شائع کیا جائے، تاکہ ہر ایک کو تخیّل اور اس کے اظہار کا موقع خاطر خواہ حاصل ہو۔ مرزا صاحب نے مضمون کو جس حد تک لکھ ڈالا اور جہاں ناتمام چھوڑا وہاں سے گریز کرنا بالکل ایک محدود میدان میں قلم فرسائی کرنا تھا جس میں

مرزا صاحب کے تحریر کردہ حصّہ کے خیالات کی پابندی ناگزیر تھی۔ لہٰذا مرزا صاحب کو ایسے فرمانِ شاہی کا کوئی حق نہ تھا۔ اگرچہ میری ذاتِ خاص کے لئے "ہرچہ از دوست می رسد نکوست" کے لحاظ سے اس کی تعمیل میں بھی ایک لطف تھا۔ میرا یہ خیال ایک جگہ بیساختہ چھلک پڑا ہے۔ لیکن اس کے لئے آپ سے اور مرزا صاحب سے صرف یہ ہی کہہ سکتا ہوں کہ:-

مضموں میں آپڑی ہے سخن گسترانہ بات!
مقصود اس سے قطعِ محبت نہیں مجھے

واقعہ یہ ہے کہ میرا اور مرزا صاحب کا رنگِ تحریر جہاں تک مزاحیہ مضامین کا تعلق ہے، بالکل مختلف ہے۔ اسی وجہ سے مرزا صاحب کے پورے مضمون کے اختتام پر کوری پاکٹ بک سے، تمام مضمون اشتہار اور تاریخ وار ڈائری کے اندراجات، بلا کسی رکاوٹ اور

تصنّع کے فرفر اور مسلسل اور فی البدیہہ سُنا ڈالنا ایک ایسی معاملہ نگاری ہے جو کم از کم مجھ کو ان کی قلم سے اچھی نہیں معلوم ہوتی دوسرے مرزا صاحب کا کہ وہ دو اشخاص کی گفتگو زیادہ تر قصّہ کہانی کے رنگ میں لکھا کرتے ہیں، اور میں اکثر تو ایسی گفتگو سے مزاحیہ مضمون میں پہلو تہی کرنا چاہتا ہوں، اور اگر لکھتا بھی ہوں تو ناول کے مکالمہ کے طرز پر گویا انگریزی اصطلاح میں "ڈائرکٹ" اور "انڈائرکٹ" طریقہ اظہار گفتگو کا فرق رہتا ہے۔ اسی طرح تخیّل مزاحیہ میں بھی یہ فرق ہے کہ میں پلاٹ کو لطیفہ بنانا نہیں چاہتا، اور محض واقعات و خیالات کے طرز اظہار میں شگفتگی پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہوں مگر مرزا صاحب کو پلاٹ کے مزاحیہ رنگ میں ڈھال دینے میں ملکہ ہے یہ چند باتیں محض "مشتے نمونہ از خروارے" ہیں۔ ورنہ واقعہ یہ ہے کہ میں مرزا صاحب کے رنگ میں لکھنے کا مدعی نہیں۔ اس میدان کے

مرد وہی ہیں۔ مختصراً اور مثلاً یوں سمجھیے کہ میرے اور مرزا صاحب کے
مزاحیہ رنگ میں فرق وہی ہوگا جو G. K. Chesterton
اور P. G. wood house کے طرزِ تحریر میں ہے۔

بہرحال مرزا صاحب کی تعمیل ارشاد کو اپنا فرض سمجھ کر
اس فرض سے آج سبکدوشی حاصل کرتا ہوں مضمون طویل
بھی ہوگیا ہے اور صاف بھی نہیں کیا گیا ہے۔ مگر اب نہ مجھے اختصار
کی فرصت اور نہ مسودہ اصلی کو صاف کرنے کی مہلت۔ لہذا
بجنسہ ارسال ہے پسند آئے تو شائع کیا جائے ورنہ واپس کردیا جائے۔
اور میری طرف سے معذرت شائع کردی جائے۔ لیکن اگر شائع
کیا جائے تو کاتب صاحب کی جا و بیجا حجامت قلمی کا لحاظ
رکھا جائے، اور اس کی ذمہ داری محض آپ پر ہے۔ میں نے
حتی المقدور مرزا صاحب کے رنگ کا تتبع کرنے کی کوشش کی ہے۔

تاکہ مضمون کے دو حصے بے جوڑ نہ معلوم ہوں۔ مگر پھر بھی مجھے اقبال ہے کہ اس مقصد کی تکمیل نہ ہو سکتی تھی اور نہ ہوئی۔ اُمید ہے کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔

احقر سلطان حیدر

عشق کی گولیاں

(از جناب مرزا فرحت اللہ بیگ دہلوی)

ناصر کو میں کیا اس کے سارے دوست بیوقوف سمجھتے تھے
اور کیوں نہ سمجھتے۔ جس بھلے آدمی کا سر کھوپرے کی بٹیا ہو اسمیں
عقل ہی کہاں سے آنے لگی۔ اور آئے گی بھی تو کتنی آئے گی۔ بیچارہ
چار دفعہ انٹرنس کے امتحان میں بیٹھا اور سب مضمونوں میں فیل
ہوا۔ اللہ نے ماں باپ کو روپیہ دیا تھا، جھٹ اٹھا ولایت بھیج دیا
ہماری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ ولایت کی آب و ہوا ہی کچھ نئی ہے
یا وہاں والے طالب علموں کو کتابیں گھول کر پلا دیتے ہیں کہ یہاں
سے ان پڑھ جاؤ اور تین چار ہی برس میں بی، اے، ایم، اے، ایل،
ایل، ڈی ہو کر آ جاؤ۔ میاں ناصر کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ یا تو کسی طرح

انٹرنس میں پاس ہی نہوتے تھے یا ولایت جاتے ہی زنازن امتحانوں میں پاس ہونے لگے۔ اور تین ہی برس میں بی اے ہوکر ڈاکٹری کی جماعت میں شریک ہوگئے، بڑی نوابی سے وہاں پانچ برس گذارے۔ امتحان میں بیٹھے پاس ہوئے اور سند مل گئی کہ آج سے اس شخص کو اختیار ہے کہ جس کو چاہے زہر دیکر مار ڈالے جس پر چاہے چھری چلادے، جس کو چاہے عدم آباد پہنچادے کسی قانون کے رُو سے اس کے مقابلہ میں ضرب شدید، زہر خورانی یا قتل عمد کا مقدمہ قایم نہ ہوسکیگا۔ خیر پڑھائی سے فارغ ہوکر گھر آئے، اور بہت دھوم دھام سے آئے، ماں باپ کے دل باغ باغ ہوئے، قبرستان والوں کے ہاں عید ہوئی، مریضوں اور بیماروں کی موت آئی۔ ناصر نے اپنی دوکان پھیلائی، اور ملک الموت نے ان کے نام سے اپنے دفتر میں ایک نیا کھاتہ کھول دیا۔

میرے بچپنے کے دوست اور گہرے دوست تھے، میں بھی ملنے گیا۔ شکل و صورت میں تو کوئی فرق نہیں آیا تھا، جیسے کالے پہلے تھے ویسے ہی اب بھی تھے۔ ہاں صابن اور کریم کے رگڑوں نے چمڑے کو ذرا چمکا دیا تھا مانگ سیدھی سے آڑی ہو گئی تھی۔ ترکی ٹوپی کی جگہ ہیٹ نے، شیروانی کی کوٹ نے اور پیجامہ کی پتلون نے لے لی تھی۔ مونچھیں منڈنے سے ذرا مردانہ شکل بھی نکل آئی تھی زبان میں تیزی آگئی تھی لیکن اختصار اور بھیجے کی کمی ان کی گفتگو کو بے معنی سا کر دیتی تھی بات شروع کرتے بڑے لوگوں کا مقولہ بیان کرتے اور بہک کر کہیں ہی سے کہیں نکل جاتے۔ ہاں ان کی ایک بات مجھے بہت پسند آئی کہ جس طرح اکہرے گئے تھے اسی طرح ایک اکن ایک آگئے، ولایت میں اپنی یادگاریں چھوڑی ہوں لیکن اپنے ساتھ کوئی دُم چھلّا لگا کر نہیں لائے۔ خیر یہی غنیمت ہوا ورنہ ان سے تو یہ بھی بعید نہ تھا اور

پھر آپ جانتے ہیں کہ ولایتی بیگم صاحبہ اکثر ہم غریب ہندوستانیوں کے ہاں آتی ہیں تو اینٹھتی ہوئی آتی ہیں۔ رہتی ہیں تو دوسروں کی ہو کر رہتی ہیں اور جاتی ہیں تو لانے والے صاحب کے سر پر الٹا استرا پھیر کر جاتی ہیں۔

بھلا میں کیا اور میری بساط کیا۔ ڈیڑھ سو روپے کا سی آئی ڈی انسپکٹر، اس پر ایک بیوی اور دو بچے، وہ ٹھہرے امیر ابن امیر اور ولایت کے تعلیم یافتہ لیکن خدا لگتی کہوں گا کہ وہ بیچارہ جس طرح مجھ سے اور دوسرے دوستوں سے پہلے ملتا تھا، اسی طرح بعد میں ملتا رہا۔ معلوم نہیں کہ اس کا باعث اس کی خاندانی شرافت تھی یا یہ وجہ تھی کہ وہ ہم لوگوں کے علاوہ دوسروں کے سامنے بیوقوف بننا نہیں چاہتا تھا۔ بہر حال کچھ بھی ہو واقعہ یہ ہے اس نے اپنے دوستوں کی تعداد میں اضافہ نہیں کیا، جب ملتا بہت

محبت سے ملتا اور اسی طرح ملتا کہ یہ بھی معلوم نہ ہوتا کہ یہ شخص بھی دوسرے ولایتیوں کی طرح ہم غریبوں کا دنیا میں رہنا بے ضرورت سمجھتا ہے۔

یہ سب کچھ تھا مگر مجھے ناصر کی ایک بات سے نفرت تھی، وہ ضرورت اور بے ضرورت ہر بات میں خواہ مخواہ دخل دینا اور اپنی رائے ایسے وثوق کے ساتھ بیان کرنا کہ گویا اب اس کی تردید افلاطون ہی کرے تو کرے، اور اس کے ساتھ ہی ایسے عجیب غریب واقعات بیان کر جاتا کہ اگر ان کو کچھ کہا جا سکتا ہے تو "سفید جھوٹ" کہا جا سکتا ہے، اور جہاں کہیں ڈاکٹری کی بحث آجاتی تو پھر کچھ نہ پوچھو، وہ قصے شروع ہو جاتے کہ نہ آنکھوں دیکھے نہ کانوں سُنے۔ وہ سمجھتا تھا کہ ڈاکٹری ایک ایسا علم ہے جس کو عقل سے کوئی تعلق نہیں اور ایک ایسا فن ہے جو ولایت گئے بغیر حاصل ہی نہیں ہو سکتا اگر اس میں یہ بات نہ ہوتی تو واقعی اس کی صحبت بڑی اچھی صحبت ہوتی۔

لیکن اس کی ان تعلّیوں سے اُلجھن ہونے لگتی اور جی چاہتا کہ بس اُٹھ بھاگو۔ سب یار دوستوں کو اس سے بس یہی ایک شکایت تھی، لیکن صاف صاف کہدینے کی کسی کو ہمّت نہ ہوتی تھی۔ سب خاموش بیٹھے اس کی یہ اُوٹ پٹانگ کی باتیں سُنا کرتے، بے لطف ہو کر اُٹھتے اور گھر پر آکر اس کا مذاق اُڑاتے۔

ایک دن خدا کا کرنا کیا ہوا کہ اس نے سب دوستوں کی دعوت کی، میں بھی گیا۔ کھانے کے بعد پھر اس نے وہی بے معنی باتوں کا سلسلہ چھیڑا۔ کسی نے حکیم شریف خاں کی معجون کی تعریف کر دی کہ اعضائے رئیسہ کے لئے اس سے بہتر دوا ملنی مشکل ہے۔ بس پھر کیا تھا ناصر تو بگڑ ہی گیا، کہنے لگا کہ "اوہو حکیم بھی اب اس قابل ہوگئے کہ نسخہ ترتیب دے سکیں اور ہندوستان کی سڑیل دوائیں بھی ایسی ہوگئیں کہ اعضائے رئیسہ کو تقویت پہنچائیں، یارو، تم کو کیا

ہوگیا ہے ایک فن کو جانتے نہیں، اور خواہ مخواہ اپنی ٹانگ اڑا دیتے ہو۔ ذرا ولایت جاؤ تب معلوم ہوگا کہ طب کا علم کیا ہے اور علاج کس طرح کرتے ہیں۔ جب میں جرمنی گیا تو ڈاکٹر اسٹریس مین سے بھی پڑھنا پڑا۔ انہوں نے ایک ایسا عرق ایجاد کیا ہے کہ ایک بوند پلا دینے سے آٹھ دن میں انسان کی صورت ہی بدل جاتی ہے" احسان بیچ میں بول اٹھا کہ "یار عزیز تم تو جیسے اڑ بڑے گئے تھے ویسے ہی آگئے، ایک آدھ بوند تم بھی پی آئے ہوتے۔" ناصر نے کہا، "آخر میں کیوں پیتا۔ مجھ میں ایسی کونسی کسر ہے جو خواہ مخواہ بیٹھے بٹھائے علاج کراتا۔" احمد سے بھلا کیا چپ کا رہا جاتا وہ بولے "مگر یار ڈاکٹر اسٹریس مین تو علاج نہیں کرتے وہ تو معاشیات کے ماہر ہیں۔" اب ناصر کی بے حیائی دیکھئے الٹا احمد سے لپٹ گیا اور کہنے لگا کہ "آپ بھی چر کنے لگے۔ ہم نے چھ مہینے تک ڈاکٹر اسٹریس مین سے

جراحی سیکھی ہم تو ہوئے جھوٹے اور آپ ہوئے سچے، ذرا سوچ سمجھ کر بولا کرو، ورنہ لوگ بیوقوف کہیں گے۔ آج تو یہ کہا ہے کل شاید یہ کہو کہ ڈاکٹر مارگولیتھ کو بھی ڈاکٹری نہیں آتی۔ میرے آنے سے کوئی دو مہینے پہلے کی بات ہے کہ ڈاکٹر مارگولیتھ نے ایسی گولیاں ایجاد کی ہیں کہ تم جیسا بیوقوف شخص بھی چالیس روز تک کھائے تو خاصہ بھلا آدمی ہو جائے۔" مجید نے ذرا مسکرا کر کہا کہ "ہاں میاں ناصر یہ تو بتاؤ کہ تم نے بھی ان گولیوں کا استعمال کیا ہے یا جیسے گئے ویسے ہی واپس آئے۔ یار ہمیں بھی تھوڑی سی منگا دو یا کم سے کم پتہ ہی بتا دو یہ وہی مارگولیتھ ہیں جو آکسفورڈ میں پروفیسر ہیں۔" ناصر نے کہا کہ ہاں یہ وہی ڈاکٹر ہیں۔ جب تم کو پتہ معلوم ہے تو پھر مجھ کو بیچ میں ڈالنے کی کیا ضرورت ہے خود ہی کیوں نہیں منگا لیتے، مگر یار یہ گولیاں ہیں بہت مہنگی۔"

یاروں میں یہ نوک جھونک ہو رہی تھی۔ میں چپکا بیٹھا سن رہا تھا خبر نہیں کیوں میاں ناصر ایک دفعہ ہی میری طرف مڑ کر کہنے لگے "ارے بھئی تم نے دیکھا یہ لوگ سمجھتے ہیں نہ بوجھتے ہیں خواہ مخواہ دخل در معقولات دینے لگتے ہیں ذرا تم ہی بتا دیں کچھ غلط کہہ رہا ہوں" میں اس کی یہ بے تکی باتیں سن سن کر پریشان ہو گیا تھا۔ میں نے کہا "سنو! میاں ناصر! کل تک تم ایسی باتیں کرتے تو میں یقیناً تم کو جھوٹا کہتا۔ مگر کل سے میرے ہاتھ میں ایک ایسا مقدمہ آیا ہے کہ تم جو کچھ کہو سب صحیح ہے۔ جب ہندوستان والے "عشق کی گولیاں" ایجاد کر سکتے ہیں تو ولایت والے جو کچھ نہ کر دکھائیں وہ کم ہے" "عشق کی گولیوں" کا نام سن کر سب ہکا بکا سے رہ گئے۔ میاں ناصر بھی بہت کچھ سٹپٹا گئے۔ آخر کچھ سنبھل کر بولے "ان گولیوں سے عشق کا مرض زائل ہوتا ہے یا پیدا ہوتا ہے"؟ میں نے کہا "پیدا ہوتا ہے"

ناصر نے کہا ہرگز نہیں دوا مرض کو زائل کرتی ہے پیدا نہیں کر سکتی اور پھر عشق کوئی مرض بھی نہیں جو پیدا کیا جا سکے"۔ میں نے کہا دیکھو میاں ناصر! تم نے اپنے چشم دید واقعات بیان کئے ہیں میں نے کسی کو غلط نہیں کہا اور نہ یہ کہا کہ "تم جھوٹ کہتے ہو" پھر جب میں اپنا دیکھا ہوا واقعہ بیان کرتا ہوں تو تم کو کوئی حق نہیں ہے کہ اس کو غلط کہو یا مجھ کو جھوٹا سمجھو! تم نے جو کچھ کہا وہ صرف زبانی تھا اور میرے پاس تحریری ثبوت موجود ہے"۔ یہ کہکر میں نے اپنی جیب سے ایک پاکٹ بک نکالی دو چار صفحے اِدھر اُدھر پلٹے اور کہا "دیکھو ان گولیوں کا پورا حال، ان کا اثر اور ان کا تجربہ سب کچھ اس میں لکھا ہے اور ایسے شخص نے لکھا ہے جس نے خود ان گولیوں کو کھایا ہے، اور اس وقت شہر کے بڑے ہسپتال میں موجود ہے۔ اس کے بعد میں بھی دیکھوں وہ کون ہمت والا ہے جو مجھ کو جھوٹا کہہ سکے"۔ میرا یہ کہنا تھا کہ سارے کے سارے

دوست کچھ دم بخود ہو گئے۔ تھوڑی دیر تک تو سناٹا رہا اس کے
بعد ہی سب کے سب میرے پیچھے پڑ گئے کہ "بھئی وہ قصہ بیان کرو"۔
میں نے بہت کچھ ٹالا مگر یہ شیطانی لشکر کب ماننے والا تھا آخر میں نے
کہا کہ "دیکھو یاروں میں واقعہ تو بیان کرتا ہوں لیکن ایک شرط ہے
تم کو معلوم ہے کہ میں سی' آئی' ڈی میں ہوں یہ کارروائی بھی راز
کی ہے پہلے یہ اقرار کرلو کہ اس کا ایک حرف بھی ہم لوگوں کے باہر
نہیں جائیگا اور اگر باہر گیا تو ہماری تمہاری دوستی القط"۔
خیر بہت کچھ اقرار مدار ہوئے قسما قسمی ہوئی اور میں نے قصہ یوں
بیان کرنا شروع کیا۔

"ہاں تو یہ ہوا کہ پرسوں شام کے کوئی ساڑھے چار بجے
میں کلب جانے کے لئے کپڑے بدل رہا تھا کہ ٹیلیفون کی گھنٹی
بجی جا کر سنا تو صاحب تھے' کہنے لگے "دیکھو ابھی ٹھنڈی سٹرک

جاؤ ایک واقعہ ہوگیا ہے، اور امن عامہ میں خلل پڑنے کا اندیشہ ہے
کل صبح تک مجھے پوری رپورٹ دی جائے"۔ جی تو بڑا جلا کہ آج ٹینس گیا
مگر کیا کیا جاتا، نوکری ہے نہ بھائی بندی ہے، اسی وقت اُلٹے سیدھے
کپڑے پہن ٹھنڈی سڑک پہنچا کیا دیکھتا ہوں کہ لوگوں کا ہجوم ہے بھاڑ
چیر کر اندر گیا، وہاں کی جو کیفیت دیکھی تو آنکھیں پھٹی رہ گئیں بیچ سڑک
سڑک پر نواب عاشق حسین خاں پڑے ہیں، ایک ہاتھ میں ڈپٹی
معشوق علی خاں کی لڑکی محبوب بیگم کی ساری کا کونہ ہے اور برابر
اونچی آواز میں کہے جا رہے ہیں" میں عاشق ہوں میں عاشق ہوں
میں یار تمہارا عاشق ہوں"۔ محبوب بیگم کو تو تم نے دیکھا ہوگا کوئی
۱۷، ۱۸ برس کی لڑکی ہے، اسی سال ایف، اے کا امتحان پاس کیا ہے
باوجود ماں، باپ کے منع کرنے کے پردہ اُٹھا دیا ہے۔ روز ٹھنڈی سڑک
پر میموں کی طرح اینٹھتی پھرتی ہے، مگر یارو اس وقت جو اس کی حالت

تھی وہ دیکھنے کے قابل تھی، چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں، ہونٹ خشک تھے آنکھیں ڈبڈبائی ہوئی تھیں۔ ہاتھ پاؤں کانپ رہے تھے بیچاری ساری کا پلّو چھڑانے کی کوشش کرتی تھی لیکن میاں عاشق حسین کچھ ایسے بھوت بن کر چمٹے تھے کہ کسی طرح نہ چھوڑتے تھے۔ مجھے دیکھکر ذرا اس غریب لڑکی کی جان میں جان آئی میں نے جاتے ہی پہلے تو یہ کیا کہ جھٹکا دیکر اس بیچاری کا پلّو چھڑایا، ارے بھائی پلو کا تو چھوٹنا تھا کہ نواب نے تو ہائے مار ڈالا کا اس زور سے نعرہ مارا کہ میں بھی پریشان ہو گیا، اب جو دیکھتا ہوں تو نواب بیہوش پڑا ہے، اتنی دیر میں میاں احسان تمہارے چھوٹے ماموں کی موٹر ادہر نکلی میں نے موٹر میں نواب کو ڈالا اور شوفر سے کہا کہ ابھی اسپتال لے جائیں بھی آتا ہوں۔" اس کے تماشائیوں کو ڈانٹا کہ "بھائیو تمہیں شرم نہیں آتی کہ ایک غریب لڑکی کا مذاق اڑا رہے ہو، جاؤ

راستہ لو"۔ خیر میرے اس کہنے سے وہ لوگ تو چلے گئے۔ اب میں اور محبوب بیگم وہاں رہ گئے۔ میں نے پوچھا کہ "محبوب آخر یہ کیا معاملہ ہے۔ تم کو اتنا بھی خیال نہ ہوا کہ کورٹ شپ بھی کیا تو بیچ سڑک میں۔ تمہارے باپ اور تمہارے خاندان والوں کو کیا کہیں گے؟ ایسا ولائتی پن تو شاید یورپ میں بھی نہیں ہوتا۔ میرے اس کہنے سے اس بیچاری کے آنسو نکل آئے۔ کہنے لگی "بھائی پہلے آپ قصہ تو سُن لیں اس کے بعد جو جی چاہے سو کہیں۔ میرا اس میں کیا قصور ہے؟ آپ جانتے ہیں کہ میں شام کے چار بجے ٹہلنے نکلا کرتی ہوں کوئی آٹھ دس دن سے یہ ہونے لگا کہ میں ٹھنڈی سڑک کے پاس پہنچی اور نواب عاشق حسین خاں آموجود ہوئے۔ میں سڑک کے ایک کنارے چلتی اور وہ دوسرے پر مگر آج تک انہوں نے مجھ سے ایک بات بھی نہیں کی۔ بس ان کا اتنا ہی کام تھا کہ ساری ٹھنڈی

سڑک وہ میرے ساتھ طے کرتے آپ خود جانتے ہیں کہ یہ
میرے والد صاحب قبلہ کے دوست ہیں' میں ان کو بچپن سے
جانتی ہوں۔ پھر مجھے ان کے طرز عمل سے گھبرانے کی کیا وجہ تھی
لیکن میں دیکھتی تھی کہ ان کی حالت دن بدن ابتر ہو رہی ہے۔ چلنے میں
پاؤں تھرتھراتے ہیں' آنکھیں میں حلقے پڑ گئے ہیں۔ خیر ہوتے ہوتے
آج یہ ہوا کہ چلتے چلتے ان کو چکر آ گیا اور لڑکھڑا کر گر پڑے۔ میں اکی
مدد کو دوڑی' پاس بیٹھ کر رومال سے ہوا دینی شروع کی۔ انہوں نے
آنکھیں کھولیں۔ میں نے ان کی خیریت پوچھی۔ بجائے اس کے کہ
وہ شکریہ ادا کرتے یا مزاج کی کیفیت بیان کرتے انہوں نے میرا ہاتھ
پکڑ لیا اور واہی تباہی بکنے لگے۔ تھوڑی دیر میں لوگوں کا ٹھٹھ لگ گیا
معلوم نہیں کہ آپ کو کیسے خبر ہوئی اگر آپ نہ آجاتے تو خدا معلوم
میری کیا نوبت ہوتی۔" آخر عورت ذات تھی' کہاں تک اپنے آپ کو سنبھالتی

زار وقطار رونے لگی، میں نے بہت کچھ تسلّی دی، کرائے کی موٹر منگائی، محبوب کو اس کے گھر پہنچایا، اور خود ہسپتال پہنچا۔

یہاں پہنچکر کیا دیکھتا ہوں کہ نواب عاشق حسین خاں صاحب پلنگ پر لیٹے ہائے ہائے کر رہے ہیں۔ میں نے ڈاکٹر صاحب سے دریافت کیا "یہ کیا معاملہ ہے؟" انہوں نے کہا ان کو مرض تو کچھ نہیں، ہاں کمزوری General Debistaty ہے اور بہت ہے۔" ڈاکٹر صاحب سے ملکر میں نواب کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ حضرت یہ بیٹھے بٹھائے آپنے کیا آفت بپا کی ہے؟ بھلا اپنے کو دیکھو اور اس لونڈیا کو دیکھو۔ ہم بھی تو سنیں کہ آخر یہ کیا بات ہے نواب نے ایک بڑا لمبا ٹھنڈا سانس لیا اور کہا کہ کیا بتاؤں "میں عاشق ہوں، میں عاشق ہوں، میں یار تمہارا عاشق ہوں" جب میں بہت مصر ہوا تو انہوں نے یہ پاکٹ بک مجھے دی اور کہا کہ "اسمیں

میرے عشق کی داستان ہے۔ اب جاؤ میرا دل گھبرا رہا ہے۔"

یہ کہہ انہوں نے پھر وہی اپنی جپتی شروع کی کہ "میں عاشق ہوں، میں عاشق ہوں میں یار تمہارا عاشق ہوں۔"

گھر آتے آتے رات ہو گئی تھی، اس لئے کھانا دانہ کہاں میں اس پاکٹ بک کو لیکر بیٹھا۔ اب بجائے اس کے کہ میں خود اس قصہ کو بیان کروں، اس کے اندراج پڑھ دیتا ہوں۔"

عنوان ملاحظہ ہو۔

عاشق حسین خاں کے عشق کی داستان

یوں تو اللہ کا دیا میرے یہاں سب کچھ موجود ہے لیکن وہ چیز جس کے لئے انسان پیدا ہوا ہے یعنی عشق اس سے میرا اب تک ناآشنا رہا۔ عشق مجازی کی بھی کوشش کی لیکن تھوڑے ہی

دنوں میں طبعیت اُکتا گئی عشقِ حقیقی کے لئے بھی بہت کچھ نمازیں
پڑھیں، وظیفے گھونٹے مگر کورے کا کورا رہا۔ آخر پریشان ہو کر اس کو
بھی چھوڑ دیا۔ اس وقت میری عمر پچاس سے کچھ اوپر اور ساٹھ سے
کچھ کم ہے، رہ رہ کر خیال آتا کہ میاں عاشق حسین جیسا تمہارا نامۂ
اعمال سیاہ ہے وہ تو تم بھی جانتے ہو۔ عبادت میں دل نہیں لگتا،
کم سے کم کسی نہ کسی طرح عشقِ مجازی ہی کی تکمیل کرو کیونکہ یہی عشقِ
حقیقی کا زینہ ہے مگر کیا کیا جائے ہزار کوشش کرتا مگر کسی صورت
سے عشقِ مجازی کی طرف بھی طبعیت راغب نہیں ہوتی تھی۔
اللہ بڑا مسبب الاسباب ہے۔ آخر یہ مشکل بھی آسان ہو گئی رسالہ
"ندرت" کے خاص نمبر میں حکیم مشکل کشا کا اشتہار دیکھا انہوں
نے منطقی دلائل سے یہ ثابت کر کے کہ عشق ایسی چیز نہیں ہے جو خود
بخود پیدا ہو اپنی گولیوں کا اشتہار دیا تھا اور دعویٰ کیا تھا کہ

کہ اگر ان گولیوں کے کھانے سے پریشان خیال آدمی
بھی عاشق نہ ہو جائے تو وہ ہر طرح کا ہرجانہ بھرنے کو تیار ہیں
اشتہار کی تحریر ایسی معقول تھی کہ اس کی صداقت پر کسی طرح شبہ
ہی نہیں ہو سکتا تھا۔ اشتہار کی نقل کئے دیتا ہوں تاکہ آپ بھی
ملاحظہ فرمالیں کہ میری رائے صحیح ہے یا غلط۔

عشق کی گولیاں

(از جناب سلطان حیدر جوش)

حکماء کا قول ہے کہ عشق بھی ایک مرض ہے جس کی بنیاد حرارت
غریزی کی شدت و ہیجان اور سوداویت پر ہے۔ ان اسباب کا وجود
شباب میں ممکن ہے اس لئے مرض عشق بھی عموماً شباب ہی میں رونما
ہوتا ہے۔ سن کہولت میں مرض متعدی کا امکان بہت کم ہے۔
ہوس پیری اور علت شیخوخیت کو عشق سمجھنا قطعی غلط ہے۔ ڈاکٹر

وارونوف (Voronoff) نے پیرانِ فرتوت کو جوان بندروں کا قلم لگانے سے ازسرنو جوان بناکر شباب کا عود کر آنا ثابت کیا ہے ڈاکٹر اسٹرینڈ گراڈ نے، عمل جراحی کے بجائے بندر کے مخصوص اعصاب کا جوہر نکالکر ایسی گولیاں بنائی ہیں، جن کے استعمال سے وہی نتائج مرتب ہوتے ہیں جو قلم لگانے سے ہوتے۔ ہمارے متقدمین میں حکماء کو بھی قلم لگانے کے اصول کا علم تھا اور قلمی آم کی متعدد اقسام ان کے علم کا ثبوت ہیں۔ البتہ انہوں نے انسان پر قلم لگانا اس لئے روا نہ رکھا تھا کہ حسب و نسب کی گرویدہ، دنیائے مشرق انسان کی پیوندی نسل کو برداشت نہیں کرتی۔ بہر حال موجودہ زمانہ کی ضروریات کا لحاظ رکھ کر ہم نے بصرف زر کثیر دماغ کے مخصوص اعصاب کا جوہر نکالا اور اس کو قوت ہیجان کے مقطر کے ساتھ کل حکمت کر کے بہ شبانہ روز، دھیمی آنچ پر کشتہ

تیار کیلہ ہے۔ اس کشتہ کو جواہرات سے آمیز کرکے عشق کی گولیاں بنائی ہیں۔ ان گولیوں کا تجربہ ہزاروں بڈھے آدمیوں پر کامیابی کے ساتھ کیا جا چکا ہے۔ ہمارے متعلق "نوجوان بھارت سبھا" سے دریافت کیا جا سکتا ہے کہ اس کا جذبہ عشق وطن کس کارخانہ کی ادویات کا مرہون منت ہے۔ یہ گولیاں محض سن رسیدہ اشخاص میں جذبہ عشق پیدا کرنے کے لئے ایجاد کی گئی ہیں، کیونکہ :-

پیرے کہ دم زعشق زند بس غنیمت است

گولیوں کی قیمت محض بغرض رفاہ عام بہت کم رکھی گئی ہے یعنی ۲۵ گولیوں کی قیمت مبلغ سو روپے۔ محصولڈاک بذمہ خریدار بصورت ناکامی جس کا بار ثبوت خریدار پر ہے۔ کارخانہ حرجہ خرچہ کی ذمہ داری لیتا ہے جلد طلب کیجئے ورنہ اس مرتبہ کی تیار شدہ مقدار کے فروخت ہو جانے پر دوسرے موسم بہار تک انتظار کرنا

پڑے گا۔ کیونکہ یہ گولیاں محض موسم بہار میں تیار کی جا سکتی ہیں۔

المشتہر: عمدۃ الحکماء حکیم مشکل کشا خاں۔ عشق آباد۔

اشتہار کے حکیمانہ استدلال کا اثر اور اپنی دیرینہ آرزو اس درجہ بیتابی ہوئی کہ فوراً ۲۵ گولیاں منگا لیں۔ ترکیب استعمال حسب ذیل تھی۔

"گولیوں کا استعمال جمعہ کے روز سے بعد نماز جمعہ شروع کیا جائے۔ ایک گولی صبح و شام استعمال کی جائے۔ غذا میں ترک حیوانات لازمی ہے عشقیہ غزلیں بکثرت پڑھی جائیں ممکن ہو تو زیادہ تر گانا سُنا جائے پہلے ہی روز سے یقین کر لیا جائے کہ مرض عشق دامنگیر ہو گیا۔ شام کو گلگشتِ چمن یا ہواخوری کی جائے۔ گولیوں کا استعمال شروع کرنے کے دوسرے روز جیلی قدمی کے لئے تلاشِ معشوق کی نیت سے نکلا جائے اور جو اچھی صورت سب سے پہلے سامنے آئے

اس کو معشوق قرار دید یا جائے بشرطیکہ اس میں یہ صفات موجود ہوں (۱) وہ جنس نازک ہو (۲) عمر میں دوا استعمال کرنے والے سے نصف سے زائد نہ ہو (۳) گھر والوں اور رشتہ داروں میں سے نہ ہو (۴) کبھی اس سے پہلے تعلق محبت نہ رہ چکا ہو اور (۵) فاحشہ و کسبی نہ ہو۔ اگر پہلی مرتبہ ایسی صورت نظر نہ آئے تو روزانہ شام کو اسی نیت سے چہل قدمی کی جائے۔ حتیٰ کہ معشوق دستیاب ہو سکے۔ مگر ایک مرتبہ بہ ہمہ صفت موصوف صورت سے دوچار ہونے کے بعد اس کو تغیر و تبدل کرنے کا اختیار نہیں کچھ بھی ہو اسی کو معشوق قرار دیا جائے اور اسی کی صورت ہر وقت پیش نظر رکھی جائے۔ عشق در اصل متعدی مرض ہے، اس لئے یک سوئی پیدا ہوتے ہی ممکن نہیں کہ اس کا اثر معشوق پر نہ ہو مگر حالِ دل کا اظہار معشوق پر اس وقت تک نہ کیا جائے جبتک

وہ خود حالِ عاشق کسی نہ کسی طرح دریافت کرنے پر مجبور نہ ہو جائے
اگر ہدایات کی پوری پابندی کی گئی تو ممکن نہیں کہ مرضِ عشق پیدا
نہ ہو جائے، اور معشوق بھی اس مرض میں مبتلا نہ ہو جائے۔"

گولیوں کا پارسل جمعرات کے روز ملا تھا، اس لیے استعمال
کے لیے ایک پہاڑ ساون گذارنا تھا۔ یہ انتظار کا زمانہ ترکیب
استعمال کے بار بار پڑھنے اور قطعی از بر کر لینے میں جوں توں کاٹا
ہدایات میں سب سے زیادہ وحشت ترکِ حیوانات میں ہوتی تھی
کیونکہ میں کبھی گھانس خور نہیں رہا تھا۔ دس برس ہوتے ہیں
کہ میرے منھ میں بتیسی کے چند باقیات الصالحات اور وہ بھی
ہلتے جُلتے باقی تھے۔ مگر اُس وقت بھی میں نے گوشت خوری
کم نہیں کی تھی۔ اب تو دندان ساز کی عنایت سے میں بھری
محفل میں کھل کھلا کر ہنسنے سے گریز نہیں کرتا، پھر ترکِ حیوانات

چہ معنی؟ دوسری عجیب ہدایت "بعد نماز جمعہ" کی شق تھی۔ کچھ غور کے بعد یہ سمجھ میں آیا کہ ہو نہ ہو یہ ہدایت اس مقولہ پر مبنی ہے "بعد جمعہ جو کیجیے کام، اس کے ضامن شیخ نظام"۔ تو میں جانتا ہوں کہ شیخ نظام غالباً نظامی گنجوی کے خاندان سے ہونگے مگر عشق کی گولیوں کو شیخ نظام سے کیا واسطہ؟ اس قدر البتہ یاد آتا ہے کہ جب کبھی ایسے شیخ سے ملنے کا اتفاق ہوا جو نظامی کا دُم چھلّا اپنے نام کے ساتھ نتھی کرتا ہے تو ہمیشہ اُس کو "دل پھینک" ہی پایا۔ دل سے مراد یہ ہے کہ دل کو ہتھیلی پر لیے پھرنا تو کجا، کوئی صورت دیکھی کہ دور ہی سے پھینک مارا۔ خیر، خدا خدا کرکے جمعہ اور نماز جمعہ سے نجات ملی اور میں نے قبلہ رو ہو کر ایک گولی "دل افگندیم بسم اللہ مجریہا و مرساہا" پڑھتے ہوئے کھا لی۔ اس کے بعد زیادہ اوقات شعرائے ماضی و حال کے عشقیہ کلام کے مطالعہ میں

گذرے، مگر سچ پوچھئے تو دوسرے روز صرف یہ مصرع یاد رہا کہ

"مٹی کی بھی ملے تو روا ہے شباب میں"

سنیچر کے روز شام کو حسبِ ہدایت تلاشِ معشوق میں نکلا بازار سے نیچی نظر کئے ہوئے محض اس لئے گذر رہا تھا کہ کسی بازاری ہستی پر نظر پڑ جائے تو مصیبت ہو گی کہ "ٹوڈی بچہ ہائے ہائے" کا غل سُنا اور دفعتہً نظر اُٹھ گئی، اور ایک بھیڑ نظر آئی مگر سب سے پہلے جس پر نظر پڑی وہ ایک مدرسہ کا طالب علم سے معلوم ہوتا تھا۔ سر سے پیر تک کھدر بھنڈار کا اشتہار تھا۔ عمر میں نظاً سر ۱۰ یا ۱۲ برس کا ہو گا۔ صورت بھی بھولی بھالی تھی۔ میرا اور اس کا شجرہ شاید بادا آدم سے پیشتر کہیں نہ ملتا ہو گا۔ فاحشہ کا اطلاق اس پر کسی طرح نہیں ہو سکتا تھا۔ البتہ میں اسکول کے لونڈوں کے متعلق یہ نہیں سمجھ سکتا تھا کہ وہ کسبی سمجھے جائیں یا وہی؟ مگر

کیا قسمت میں مرد پرستی لکھی تھی؟ خیر اس میں بھی چچا سعدی کی حسن پرستی کے لحاظ سے چنداں مضائقہ نہ تھا۔ قلق صرف یہ تھا کہ مجھے بھی اس کی خاطر نازو نعم پروردہ جسم پر کھدر کا غلاف نہ چڑھانا پڑے۔ لاحول ولاقوۃ۔ اب یاد آیا کہ وہ "جنس نازک میں سے نہیں ہے۔" "رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت" فوراً نظر نیچی کر لی اور "جل تو، جلال تو، صاحب کمال تو۔ آئی بلا کو ٹال تو" پڑھتا ہوا تیزی کے ساتھ آگے بڑھا۔ تھوڑی ہی دور چلا ہوں گا کہ پھر ایک غیر معمولی غل نے چونکا دیا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ ایک تانگے کا گھوڑا الف ہونے کی کوشش کر رہا ہے، تانگے والا لگام کھینچ رہا ہے، اور سواریاں عنقریب مور چال چلنے والی ہیں۔ سواریوں میں ایک صورت ریشائیل تھی، اور دوسری ایک برقعہ پوش ہستی تھی۔ تانگے والا اور حضرت ریشائیل تو خارج از بحث ہیں۔ مگر

برقعہ پوش ہستی ضرور جنس نازک تھی۔ حیران تھا کہ دل اس کے
برقعے کسی کونے میں باندھ دوں یا نہیں۔ لیکن اس کا پتہ کیونکر معلوم
کروں، اور آیندہ اس سے دوچار ہونے کی اُمید حشر سے پہلے
رکھوں یا نہیں، اسی کشمکش میں خیال آیا کہ اس کی صورت دیکھے
بغیر یہ کس طرح فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ میری دور پرے کی
رشتہ دار نہیں، دوسرے عمر کا سوال بھی پردۂ راز میں رہتا
ہے۔ اس لئے یقیناً اس سے دست کش ہونا چاہیئے۔ سب سے
زیادہ یہ کہ میری نظر دراصل پہلے گھوڑے پر پڑی تھی نہ کہ برقعہ پوش
پر فرض کرو کہ گھوڑے ہی کو معشوق بنانا پڑے تو کیسی گزرے؟
ممکن ہے کسی "دل پھینک" کو ہمہ اوست کے تحت میں گھوڑے
میں بھی ناز معشوقانہ نظر آسکے مگر میرے بس کا روگ نہیں طبیعت
غالباً گولیوں کے استعمال سے حاضر تھی اور دماغ نے یہ شعر

موزوں کیا ہے

عشق گھوڑے کا ہوا جب سے کہ بلبل کو، نواب

تانگۂ دل کو لئے پھرتی ہے منقار کے بیچ

واللہ - اب تو میں شاعر ہو چلا تھا - اسی دھن میں بازار سے گذر کر ٹھنڈی سڑک پر جا نکلا - ارادہ ہوا کہ پردہ باغ کی طرف چلوں - "ہر شام حسینوں کی جہاں لگتی ہے منڈی" چند قدم بڑھا ہونگا کہ محبوب بیگم سے دوچار ہوا - میں اس کو بچپن سے جانتا تھا، اور اس کے والد ماجد سے میرا دوستانہ تھا - اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ہمہ صفت موصوف تھی - لیکن دوست کی لڑکی سے عشق ؟ بہر حال چون وچرا کی اجازت نہیں، "مردہ بہ دست زندہ" کا مضمون ہے - تہیہ کرنا پڑا کہ آج سے وہ میری معشوق اور میں اس کا عاشق - بیشک عاشق، ضرور عاشق !

مصرع موزوں ہوا "میں عاشق ہوں، میں عاشق ہوں، میں یار تمہارا عاشق ہوں"۔ ساری ٹھنڈی سڑک اس کے ساتھ سکوت کے عالم میں ناپ ڈالی اور بالآخر گھر واپس آیا۔

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میں نے کوئی کھوئی ہوئی چیز پالی۔ نواب بیگم مرحومہ کو میرا ساتھ چھوڑے ہوئے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ پنڈ چھوڑے ہوئے پندرہ برس ہونے آئے۔ وہ اللہ کی بندی جیتے جی کُڑک ہی رہی۔ باوجود ہر امکانی کوشش کے کوئی عمل جمع و ضرب ہم دو نفوس میں تیسرے کا اضافہ عمر بھر نہ کرسکا۔ پھر بھی اس بیچاری کے دم سے گھر میں ایک گھما گہمی معلوم ہوتی تھی۔ اس کا دنیا سے سدھارنا اور میرے گھر کا اُجڑنا وہ دن، اور آج کا دن کچھ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بالکل پھٹک پھٹک رہ گیا۔ زہے قسمت کہ اب عشق لو کے زیر سایہ، پھر

خانۂ دل میں جہل پہل سی نظر آتی تھی۔ مختصر یہ کہ رات دن محبوب بیگم کا خیال تھا، اور میں اس میں شک نہیں کہ سبز خوری کی وجہ سے قوت جسمانی روز بروز کم ہوتی جاتی تھی، اور میں کھانا محض "خوردن برائے زیستن و عشق کردن ست" کے اصول پر بلارغبت کسی نہ کسی طرح زہر مار کر لیا کرتا تھا۔ ایک روز دستر خوان پر ماش کی دال آئی تو مجھے غصّہ آیا۔ ارادہ تھا کہ رکابی اُٹھا کر باورچی کے منھ پر مار دوں مگر وہ بھی ٹھہرا گرگ باراں دیدہ فوراً تاڑ ہی تو گیا۔ میرے مزاج سے واقف ہونے کے علاوہ بڑا نستعلیق تھا۔ دست بستہ کہنے لگا ؎

دالِ ماش نونی کہ مثلِ سریش ازہمہ دال ہائے قدرِ تو بیش
مرداں می خورند گو زند ! شکرِ تو می کنند از پس و پیش

اس کے بعد خاموشی کے ساتھ ماش کی دال کھا گیا۔ ایک

نئی بات یہ بھی محسوس کرتا تھا کہ اکثر و بیشتر سر میں چکر آتے تھے
اور بعض اوقات اختلاج قلب ہوتا تھا، ممکن ہے کہ یہ
بھی گولیوں کے کسی جزو کا کرشمہ ہو۔ مگر میں اس کو عشق کی
علامات سمجھتا تھا۔ پھر بھی روزانہ شام کو محبوب بیگم کے دیدار
کی خاطر، سڑک کی دوسری جانب رہ کر اس کے ساتھ ساتھ
ساری ٹھنڈی سڑک ناپنا اپنا فرض سمجھتا تھا، اور ہر قدم پر
"میں عاشق ہوں، میں عاشق ہوں، میں یار تمہارا عاشق ہوں"
کا ورد دل ہی دل میں کرتا رہتا تھا۔ کمزوری و نقاہت کے
عالم میں جہل قدمی کی محنت شاقہ برداشت کرنے کا مقصد
صرف اس قدر تھا کہ وہ میرا حال پوچھے اور میں کہہ ڈالوں
لیکن جمعہ جمعہ آٹھ دن ہونے آئے اور اس ظالم نے کبھی
مجھ سے خطاب نہیں کیا۔ اس قدر بات اُمید افزا ضرور تھی

کہ وہ میرے ساتھ ٹہلنے سے نہ گھبرائی اور نہ مکدر ہوئی لیکن اس سکوت سے اب میں عاجز آگیا تھا۔ آخر کس طرح اس کو حالِ دل پوچھنے پر مجبور کروں؟ مرزا داغ نے ایک شعر لکھا ہے ؎

وہ جانا پھیر کر چتون کسی کا
ہمارے ہاتھ میں دامن کسی کا

کیا خوب ہو کہ میرے ساتھ بھی یہ معاملہ پیش آئے۔ بہرحال اب یارائے ضبط نہیں۔ جس طرح ہو سکے آج قسمت کا فیصلہ کرنا ہے۔"

یہاں تک سُنا چکنے کے بعد میں نے پاکٹ بک مجید اور احسان کے آگے ڈال دی۔ میاں ناصر بھی آگے جھکے اور سب نے عاشق حسین خاں کی داستان بچشم خود پڑھ لی۔ احمد نے کہا

کہ "یہ داستان تو کچھ نا تمام سی رہ گئی" مگر میرے جواب دینے سے پیشتر احسان بولے کہ نا تمام کہاں رہ گئی؟ اس کے بعد غالباً وہ واقعہ پیش آیا جو انسپکٹر صاحب نے سڑک پر دیکھا تھا" ناصر تھوڑی دیر تک تو کچھ کھوئے ہوئے سے رہے پھر مجھ سے بولے کہ "اب آئندہ کیا ارادہ ہے؟" میں نے کہا "کل صبح حکیم مشکل کشا خاں کے دواخانہ کو چھاننا اور خانہ تلاشی لینا ہے"۔ اس پر میاں احسان سے نہ رہا گیا بولے "کیا یہ ممکن ہے کہ ہم بھی چلیں؟" میں نے کہا حاشا وکلا، یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے؟ کیا میرے روزگار کے پیچھے پڑے ہو" اس پر سب خاموش ہو گئے۔ کھانا ختم ہو چکا تھا اور رات بھی زیادہ آ گئی تھی لہذا صحبت ختم ہوئی، اور ہم سب رخصت ہوئے چلتے چلتے میاں ناصر نے کہا کہ "آئندہ جو واقعات معلوم ہوں

ان کے بتلانے کا وعدہ تو کرلو۔" میں نے کہا "دیکھی جائے گی"
ناصر سے رخصت ہو کر باہر آئے تو کچھ دور تک میرا اور احسان
کا ساتھ رہا۔ اُنہوں نے کہا کہ "بھائی یہ واقعہ عجیب ہے۔" میں نے
ایک قہقہہ لگا کر جواب دیا کہ "میاں احسان تم بھی عجیب
بوکھل ہو۔ ارے یار! میں ناصر کی لن ترانیوں سے عاجز
آگیا تھا اور آج دعوت میں آنے سے پیشتر یہ قصہ تراش کر
عمداً پاکٹ بک میں لکھ لایا تھا۔" یہ سُن کر احسان مجھے لپٹ گیا
کہ "یار خوب سوجھی۔ ناصر تو درکنار، احمد اور مجید بھی خوب اُلّو
بنے"۔ گھر پہنچکر اچکن اور جوتہ اتارتے ہی پلنگ پر دراز
ہو گیا اور دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا۔

دن اچھا خاصہ چڑھ گیا تھا۔ میں عشق آباد کی گلیاں

چھانتا حکیم مشکل کشا کے دواخانہ کے قریب پہنچا کہ دیکھتا کیا ہوں میاں ناصر کھڑے ہیں۔ مجھے دیکھتے ہی بولے کہ "بڑی دیر لگا دی"۔ میں نے کہا "تم کہاں"؟ کہنے لگے "بھائی ڈاکٹر کے لئے کسی نئی ایجاد کا پتہ چل جانا غضب ہے۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ میں اس کی اصلیت دریافت کئے بغیر چین لے لوں"۔ میں نے کہا "حضرت یہ پولیس کی تحقیقات ہے کسی حکیم کا مطب نہیں ہے کہ آپ خواہ مخواہ ریشہ خطمی بن جائیں"۔ اس نے قسم کھائی کہ وہ قطعی دخل نہیں دیگا، اور محض خاموش میرے ساتھ رہیگا ہم دونوں دواخانے میں داخل ہوئے۔ ایک عجیب عالم نظر آیا بیسیوں جگہ بھبکے آگ پر چڑھے ہوئے تھے۔ متعدد اشخاص کھرل سے سر مار رہے تھے، اور حکیم صاحب ایک کمرے کے سامنے کرسی پر رونق افروز تھے۔

ل
انہوں نے نہایت تپاک کے ساتھ ہم کو لیا اور شان نزول دریافت کی۔ میں عاشق حسین کا واقعہ بیان کیا، اور انکی پاکٹ بک کے اندراجات دکھائے۔ حکیم صاحب سمجھے کہ ہم عاشق حسین کے علاج کے لئے آئے ہیں۔ فوراً کمرے میں گھسے اور ہم ان کے پیچھے پیچھے داخل ہوئے۔ کمرہ اونچی اونچی الماریوں سے بھرا پڑا تھا، اور یہ الماریاں شیشوں، بوتلوں، مرتبانوں اور ڈبوں سے لبریز تھیں۔ حکیم صاحب نے ایک مرتبان نکالا جس پر "بس کی پڑیا" کا لیبل لگا تھا۔ کچھ سفوف اس میں سے لیکر تولا اور ہم کو دیا کہ فوراً اس سفوف کی چھ ماشہ مقدار کتیرہ کے مقطر کے ساتھ صبح و شام استعمال کرائی جائے، ورنہ مالیخولیا ہوجانے کا احتمال ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی کہنے لگے کہ غالباً گولیوں کی زیادہ مقدار استعمال کی گئی یا ہدایات پر

پوری طرح عمل نہیں کیا گیا، ورنہ یہ حالت کبھی نہ ہوتی۔ میں نے پوچھا کہ حضرت "دبس کی پڑیا" سے تو یہ شبہ ہوتا ہے کہ اس میں زہر ہے، بولے، "آپ بالکل غلط سمجھے، یہ سفوف دو دلوں میں نفاق و نفرت پیدا کرنے کے لئے بنایا گیا ہے، اور عشق کی گونیوں کا بدرقہ ہے"۔ سفوف تو میں نے لے لیا مگر ساتھ ہی میں ایک الماری کی طرف بڑھا ایک بوتل پر لکھا تھا "عرق سکوت" دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ جن حضرات کو زیادہ بکواس کی عادت ہو ان کا علاج ہے۔ ایک مرتبان پر "معجون زعفران زار" تحریر تھا۔ یہ تبسم اور ہنسی پیدا کرنے کی دوا بتائی گئی۔ میں متحیر تھا کہ یہ ادویات ہیں یا طلسمات۔ حکیم صاحب میرے چشم و ابرو سے تاڑ گئے اور بولے کہ "حضرت متحیر نہ ہوں میں نے اپنی تمام عمر انسانی جذبات و کیفیات ہی کے مطالعہ میں صرف کر دی ہے

اور اس کی اصلیت کا پتہ لگا کر ان ادویات کا تجربہ کیا ہے"
یہ کہتے کہتے وہ ایک چھوٹا سا صندوقچہ اُٹھا لائے، اور بولے
کہ "الماریوں کی ادویات کو میں اپنی تحقیقات کا معمولی کرشمہ
سمجھتا ہوں اور ان پر مجھے کوئی فخر نہیں۔ البتہ اس صندوقچہ
کی ادویات میری تازہ ترین تحقیقات پر مبنی ہیں اور میری مایۂ ناز
ہیں۔" میں نے پوچھا کہ "آخر اس میں کیا ہے" تو انہوں نے نہایت
احتیاط کے ساتھ ایک چھوٹی سی شیشی نکالی جس پر "روحِ تحریر"
درج تھا۔ فرمانے لگے کہ "اس کے ایک ہفتہ استعمال سے کُند ذہن
سے کُند ذہن شخص اچھا خاصہ مضمون نگار بن سکتا ہے۔ دو
ہفتہ کے استعمال سے روزانہ اخبار کی ایڈیٹری کے قابل ہو سکتا
ہے اور بیس روز کے استعمال سے صاحبِ تصنیف ہو جاتا
ہے۔ میں نے پوچھا کہ اس سے زیادہ عرصہ کے استعمال سے

وہ غالباً انسائیکلوپیڈیا وجود میں لاسکتا ہو تو حکیم صاحب نے مسکرا کر جواب دیا کہ "بیس دن سے زیادہ استعمال کرنیکا نتیجہ یہ ہوگا کہ استعمال کرنے والا خود مضمون لکھنے سے تجاوز کر کے دوسروں کو مار مار کے مضمون لکھوانے لگیگا۔" میں نے پوچھا کہ حضرت اس کا تجربہ بھی کیا؟" بولے کہ ہزاروں، حال ہی میں دو صاحبان سے یہ غلطی سرزد ہوئی۔ ایک تو اس حد پہ پہنچے کہ ناتمام مضمون لکھ کر دوسروں کو مضمون کی تکمیل کا حکم صادر فرمانے لگے۔ بہ الفاظ دیگر۔ ان میں طالب علمی کے زمانہ کی "جواب مضمون" Essay writing لکھوانے کی عادت عود کر آئی، اور دوسرے صاحب نے مضمون نگار کو ٹائپ رائیٹر سمجھ کر تقاضوں کی چڑھائی بول دی۔" میں نے کہا کہ "نہایت حیرت انگیز معلوم ہوتا ہے" تو حکیم صاحب نے

ارشاد فرمایا کہ "آپ کا خدا شاہد ہے، میں جھوٹ نہیں کہتا۔"
خدا جانے میاں ناصر کے شیطان نے چٹکی لی یا کیا ہوا
کہ فوراً آگے بڑھے اور کہنے لگے کہ "حکیم صاحب آپ نہایت
جھوٹے اور فریبی معلوم ہوتے ہیں"۔ حکیم صاحب کو بھر کہاں
تاب تھی وہ گرجے کہ "آپ کیا بکتے ہیں زبان سنبھالیئے ورنہ
منہ بگاڑ دوں گا۔ دونوں میں گالی گلوج تک نوبت پہنچی۔
کہ حکیم صاحب پُرانے بجیت تھے ناصر کو لپٹ گئے اور بیچارے
کو قلعہ جنگ پر اس زور سے مارا کہ ایک الماری پر جا گرا۔
اَڑَڑَا دھیڑ یم۔ الماری چراغ پا ہوئی اور میرے سر پر آئی.....

دھک سے آنکھ کھل گئی۔ میں پلنگ پر پڑا تھا اور قلب
بلّیوں اچھل رہا تھا۔ ساتھ ہی ایسا معلوم ہوا کہ کمرے کے

دروازہ پر کسی نے دستک دی۔ میں استغفار پڑھتا ہوا اُٹھا۔ آفتاب نکل آیا تھا۔ دروازہ کھولا تو میاں ناصر سامنے تھے۔ میں نے پوچھا کہ "خیریت ہے؟" تو بولے آپ عجیب بے تُکے آدمی ہیں۔ ایسی بے پَر کی اُڑاتے ہیں کہ جس کا سر نہ پیر۔ آج علی الصباح ہسپتال گیا تو نہ نواب عاشق حسین خاں کا پتہ ہے نہ آپ کی کہانی کی کوئی اصلیت۔ آخر اس دروغ بافی سے کیا مطلب ہے؟" میں نے ہنس کر کہا کچھ نہیں۔ مطلب یہی ہے جو اسٹرا کسمین کی جراحی اور مار گولیتھ کی ڈاکٹری سے مضمون واحد ہے۔"

تمام شُد

کتب خانہ علم و ادب کے چند جواہر ریزے

موجِ تبسم

شوکت تھانوی کے مزاحیہ

مضامین کا پہلا مجموعہ قیمت ۱۲؍

شریر بیوی

ایک خاتون کی معصوم شرارتیں

اسقدر دلچسپ ہیں کہ کتاب چھوڑنے کو

جی نہیں چاہتا۔ تصویریں اور رنگین

سرورق۔ قیمت عہ؍

بحرِ تبسم

شوکت تھانوی کے مزاحیہ

مضامین کا دوسرا مجموعہ قیمت ۱۲؍

روحِ لطافت

مہارانی کا خواب اور دیگر افسانے

جن کو پڑھ کر آپ ہنستے ہنستے

لوٹ جائیں گے پہلا افسانہ لاجواب

قرار دیا گیا ہے۔ قیمت عہ؍

نوٹ:۔ محصول ڈاک ہر حالت میں بذمہ خریدار ہوگا۔

ملنے کا پتہ:۔ کتب خانہ علم و ادب جامع مسجد دہلی

روح ظرافت

"انگوٹھی کی مصیبت" اور دیگر
مزاحیہ مضامین کا مجموعہ ہے
ہر افسانہ ظرافت کی رُوح ہے
اور پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے
قیمت عہ علاوہ محصولڈاک

مرزا جنگی

لکھنؤ کے بانکے مرزا جنگی اور
ان کے احباب کا ایک نہایت
دلکش ڈرامہ۔ واجد علی شاہ کے
زمانہ کے لکھنؤ کی ایک جھلک ۸ر

فُل بُوٹ

حسن و عشق کی عجیب و غریب
داستان، پلاٹ کے اعتبار سے
مُصنّف کا بہترین ناول ہے
ایک جُوتے کی وجہ سے کیا ہوا۔
قیمت عہ علاوہ محصولڈاک

نرگس

ایک طوائف نے عشق و محبت کی
خاطر اپنی جان پر بنالی اور ایسے
ایثار سے کام لیا کہ اپنی جان تک
گنوا دی۔ قیمت دو روپے عہ

ملنے کا پتہ:۔ مکتبہ خانہ علم و ادب جامع مسجد دہلی

ویمپائر

ایک شریف خاتون کی آبرو ریزی کا دردناک واقعہ اور ایک عجیب اتفاق سے اس کا دلچسپ انجام۔

قیمت دو روپے ۸ آنے

طوفانِ تبسم

شوکت تھانوی کے مزاحیہ مضامین کا تیسرا مجموعہ۔ قیمت ۸ آنے

کمزوری

عورت کی کمزور فطرت کس طرح مرد کے بہکائے میں آ جاتی ہے ابتدائی حصہ ہنسانے والا اور آخری حصہ رُلانیوالا

قیمت دو روپے ۸ آنے

سیلابِ تبسم

شوکت تھانوی کے مزاحیہ مضامین کا چوتھا مجموعہ۔ قیمت ۸ آنے

سرگذشتِ عروس

نارضامندی کی شادی اور نامل بے جوڑ رشتوں کی وجہ سے کس قدر ناگوار صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں دلچسپ اور عبرت انگیز آپ بیتی قیمت ۱۲ آنے

ملنے کا پتہ:۔ کتب خانہ علم و ادب جامع مسجد دہلی

گناہ کی راتیں

سات عورتوں نے اپنے گوہر عصمت
کو کس طرح کھویا؟ وہ کیوں اس پر
مجبور ہو گئیں۔ عورت کی بے بسی
دیکھیے۔ قیمت عہ؍

نجمہ نوری

ماں کی مامتا سے متعلق ایک
دلدوز تمثیل نجمہ کی المناک سرگذشت
مامتا کی ماری ماں کس طرح تڑپتی
پھرتی گناہ کی زرخیز تصویر
قیمت ۱۲؍ علاوہ محصولڈاک

اخوان الشیاطین

سائنٹفک افسانوں کا مجموعہ
آج تک اس قسم کے لرزہ خیز افسانے
اُردو میں شائع نہیں ہوئے پہلا
افسانہ بہت مشہور ہے۔ قیمت عہ؍

چندرا موہنی

حسن و عشق کی داستان خونچکاں
محبت کا مذہب ہمیں سکھاتا ہے!
سچے عاشق کی المناک کہانی
مؤثر اور مفید۔
قیمت عہ؍ علاوہ محصولڈاک

ملنے کا پتہ:۔ کتب خانہ علم و ادب جامع مسجد دہلی

تعلیم زدہ بیوی

ایک جدید فیشن کی ہندوستانی عورت غلط راستہ پر پڑ جانے کی وجہ سے کس قدر مصیبتوں میں مبتلا ہوتی ہے اور اس کا دلچسپ انجام۔ قیمت ۸ر

تفویض

ایک گریجویٹ خاتون کی شادی ایک مسجد کے مُلّا سے ہو جاتی ہے۔ اس کے عجیب غریب نتائج۔ قیمت ۵ر

دلّی کا آخری دربار

۱۸۵۷ء کے غدر سے پہلے دلّی کی سوسائٹی کیا تھی لال قلعہ آباد تھا تو چمنستان میں کیسی بہار تھی۔ سو سال سے پہلے ایک جھلک دیکھیے۔ قیمت ۱۲ر

نرگس جمال

بلجیم کے مشہور تمثیل نگار موریس میٹرلنک کے ڈرامے جائزل کا شستہ و رفتہ ترجمہ۔ نئے نئے خیالات و جذبات کی تصویر۔ قیمت عمہ

ملنے کا پتہ۔ کتب خانہ علم و ادب جامع مسجد دہلی

چار چاند

دِلّی کی ٹکسالی اور ستھری

زبان کا لطف اگر آپ اُٹھانا

چاہتے ہیں تو اس کتاب کو طلب کیجیے

جو حضرت فراق مرحوم کی تصنیف ہے

قیمت ۸ر علاوہ محصول ڈاک

سلمٰی

آسکر وائلڈ کی تمثیل "سالومی" کا

ترجمہ حُسن خون آشام کی ہوسنا کی

اور موت اور تخیل اور طرز بیان خاص

ہے۔ قیمت ۸ر

یدِ قدرت

ظالم اپنے کیفرِ کردار کو کس طرح پہنچا

حق کی فتح اور باطل کی شکست

خدا کا ہاتھ مرحوم کی طرف سے

کس طرح انتقام لیتا ہے۔

قیمت ۵ر علاوہ محصول ڈاک

سیرت محمدؐ علی

ہندوستان کے مشہور ہیرو مولانا

محمدؐ علی کے واقعات زندگی و

مکمل سوانح حیات اور بہترین بھی

قیمت تین روپے ۳؎

ملنے کا پتہ:۔ کتب خانہ علم و ادب جامع مسجد دہلی

نگارستان

نیاز فتحپوری کے مضامین کا
پہلا مجموعہ جس میں اُن کے قلم کا پورا
زور نظر آتا ہے۔ عہد شباب کے لکھے ہوئے
مضامین ادب لطیف کا خزانہ
قیمت ہم علاوہ محصولڈاک

نغمۂ حیات

رنگین البیلے مضامین کا قابل قدر
مجموعہ ادب لطیف کے دلکش
شہ پارے، جذبات و تاثرات کی
مصوری۔ قیمت عہ

شہاب کی سرگذشت

نیاز فتحپوری کا لکھا ہوا ناول جو
اس قدر مشہور ہوچکا ہے کہ اُس کے
مزید تعارف کی ضرورت نہیں۔
اپنے طرز کی خاص چیز ہے۔
قیمت عہ علاوہ محصولڈاک

طوفانِ ظرافت

مزاحیہ قصائد کا چھوٹا سا مجموعہ
اس طرز کے قصائد آج تک
اُردو زبان میں نہیں لکھے گئے
قیمت ۶ر علاوہ محصولڈاک

ملنے کا پتہ:۔ کتب خانہ علم و ادب جامع مسجد دہلی

دیکھا جائے گا

عشق و ہوس میں امتیاز کس طرح ہوا۔ ایک حسین مالدار لڑکی کے تین عاشقوں کی داستان کامیابی کسے اور کیسے ہوئی۔

قیمت عہ علاوہ محصولڈاک

ایوانِ تصور

بلبل ہند سروجنی نائیڈو کے سینکڑوں دلکش و رنگین گیتوں کا ترجمہ از ظفر قریشی دہلوی بی اے

قیمت عام علاوہ محصولڈاک

طلسم سامری

پنجاب کے مشہور جرنلسٹ حضرت ایم اسلم کی تازہ ترین تصنیف جس میں حیرت انگیز پیرایہ میں ہوش رُبا واقعات درج ہیں۔

قیمت عہ علاوہ محصولڈاک

نغماتِ موت

جناب امتیاز علی کے غمناک مضامین کا مجموعہ ہر مضمون بجید مؤثر اور دنیا کی بے ثباتی کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ قیمت ٦ر

ملنے کا پتہ۔ کتب خانہ علم و ادب جامع مسجد دہلی

گہوارۂ تمدن

جس میں مولانا نیاز فتحپوری نے دکھایا ہے کہ دنیا کی تہذیب و شائستگی عورت کی کس وجہ سے ممنون ہے۔

قیمت عہ علاوہ محصولڈاک

من کی آگ

سرمایہ دار اور مزدور حسن و عشق اور سوسائٹی کا عبرت انگیز ڈرامہ۔ قیمت چھ آنہ ۶؍ علاوہ محصولڈاک

عالم خیال

مولانا شوق قدوائی کی مشہور نظمیں عالم خیال کے چار رخ، میاں بیوی ایک دوسرے سے جدا ہیں، ان کے سچے جذبات باتصویر قیمت عہ؍ بلا جلد بلا تصویر ۸؍

مکمل شرح دیوان غالب

ہندوستان میں اس سے بہتر شرح آج تک شائع نہیں ہوئی۔ از عبد الباری آسی۔

قیمت تین روپے محصولڈاک ۸؍

ملنے کا پتہ :۔ کتب خانہ علم و ادب جامع مسجد دہلی

لیلائے نجد

حسن کی ستم آرائیاں جہاں پیرس کے ہوٹلوں میں کرشمہ ساز ہیں وہاں صحرائے لق ودق میں بھی اپنی ستم آرائیوں سے نہیں چوکتیں لیلائے نجد قیس عامری کی دلدادہ نہیں بلکہ سلطان نجد والئ حجاز کی دلربا ہے ابن سعود نے جو مظالم طائف و مکہ میں کئے ان کا بھی اس کتاب میں مفصل حال درج ہے۔ قیمت عہ؍

شادی

یہ کتاب مزاح میں اپنی شان کے اعتبار سے یکتا ہے۔ ملک کے بہترین مزاحیہ نویس جناب ملّا رموزی کا نام نامی اس کتاب کی خوبیوں کے لئے کافی ضمانت ہے۔ اگر آپ معیاری مزاح کے ساتھ شگفتگی مضامین اور تحریری خوبیوں کو ملاحظہ فرمانا چاہتے ہیں تو اس کتاب کو ضرور مطالعہ کیجئے

قیمت ۱۲؍ علاوہ محصول ڈاک

ملنے کا پتہ :۔ کتب خانہ علم و ادب جامع مسجد دہلی

لال قلعہ کی ایک جھلک

سید ناصر نذیر فراق مرحوم کی تصنیف ہے جس میں اُنہوں نے دکھایا ہو کہ سلطنتِ مغلیہ کے آخری تاجدار شاہ ابوظفر کے زمانے میں لال قلعہ کی کیا حالت تھی اور اُس انتہائی انحطاط کے زمانہ میں بھی وہاں کی دلچسپیوں کا کیا عالم تھا۔ سید ناصر نذیر فراق دہلی کے مشہور انشاپرداز تھے، اور اُس اسکول کے لوگوں میں سے تھے جس کا ایک فرد بھی باقی نہیں، زبان کی حلاوت، اندازِ بیان کی شیرینی، اُردوئے معلی کے محاورے تہذیب قدیم کے عوائد و مراسم کا بیان! الغرض اس چھوٹی سی کتاب میں وہ کیا چیز نہیں ہو جس سے اسوقت انشاپردازی کی بڑی سے بڑی کتاب خالی نظر آتی ہو۔ میں نے اس کتاب کو ہاتھ میں لینے کے بعد اُسوقت تک کوئی دوسرا کام کیا ہی نہیں جبتک وہ ختم نہیں ہوگئی اور جب ختم ہوگئی تو تاثر کا یہ عالم تھا کہ آنکھ اور دل دونوں رو رہے تھے۔ (نیاز فتحپوری ایڈیٹر نگار)

قیمت ۲ علاوہ محصولڈاک

ملنے کا پتہ۔ شاہجہاں بک ایجنسی دھلی۔

گُھرپا بہادر

چغتائی صاحب کے مخصوص طرزِ تحریر کا تازہ ترین شاہکار

نہایت ہی پُرمذاق اور ظرافت آمیز پلاٹ ہے مصنف نے اپنے شوخ اور مذاقیہ طرزِ بیان کے ساتھ لنگران اعظم کے جگمگاتے کمروں میں عشق و محبت سوز و گداز کے کرشمے اور خوفناک اور شرمناک سازشوں کے ہولناک اور قہقہہ خیز سین دکھائے ہیں یہ بہترین ناول اپنے پلاٹ کی ندرت اور اچھوتے پن نیز طرزِ بیان کی شوخی اور دلربائی میں چغتائی صاحب کے تمام دوسرے ناولوں سے بڑھا چڑھا ہے۔ گھرپا بہادر کو پڑھ کر آپ شرر کے دربار حرام پور کو بھول جائیں گے۔ بہترین لکھائی چھپائی۔ فوٹو بلاک کا رنگین سرورق

قیمت عہ محصول ۵ مجلد عہ

ملنے کا پتہ۔ شاہجہاں بک ایجنسی دہلی

شاہجہان بک ایجنسی دہلی کی دلچسپ مطبوعات

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	دلی کی آخری بہار	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]